© rasailojaraid.com

شاہ بلیغ الدین

حکمراں کیسے؟

غیاث الدین بلبن بائیس سال ہندوستان پر حکومت کرتا رہا۔ تخت پر بیٹھا تو ہمیشہ باوضو رہا کرتا تھا۔ نمازوں کی پابندی کا یہ حال تھا کہ تہجد، چاشت اور اشراق بھی اس سے نہ چھوٹتی تھیں۔ کھانا کبھی اکیلا نہ کھاتا تھا۔ امیروں، وزیروں کو دستر خوان پر نہ بلاتا تھا۔ ہمیشہ کوشش یہ کرتا کہ علماء کے ساتھ کھانا کھائے۔ ان کی موجودگی میں کسی چیز کی طرف خود پہلے ہاتھ نہ بڑھاتا تھا۔ جمعہ کی نماز پڑھ کر ان کے گھر جاتا۔ ان سے استفادہ کرتا۔ دنیادار عالموں کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتا تھا۔ کہتا تھا...... یہ ریاکار اور سودے باز ہوتے ہیں! اپنے امراء اور وزراء کو بھی ان سے دور رہنے کی تاکید کرتا تھا۔

ایک دن اس نے اپنے بیٹے بغرا خان اور خان شہید کو بلایا۔ بولا...... سلطان شمس الدین التمش فرماتے تھے کہ انہوں نے شہاب الدین غوری کی محفل میں دوبار سید مبارک غزنوی کو دیکھا۔ وہ پائے کے عالم اور بڑے اللہ والے تھے۔ شہاب الدین غوری بڑے ادب سے ان کی باتیں سنتا تھا۔ سلطان شہاب الدین نے یہ باتیں سلطان التمش کو بتائیں۔ ان سے قطب الدین ایبک اور میں نے سنیں۔ محمد قاسم فرشتہ نے اپنی تاریخ میں یہ تفصیل دی ہے۔ سید مبارک غزنوی فرماتے تھے کہ...... حکمرانوں کے اکثر کام شرک کی حدوں کو چھو لیتے ہیں۔ وہ بہت سے ایسے کام کرتے ہیں، جو سنت نبوی کے خلاف ہوتے ہیں۔ ان کے وزیر امیر اور حاشیہ بردار کبھی انہیں ٹوکتے نہیں، وہ ہمیشہ ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔ میرے بیٹو! حکومت کرنے والوں کے لئے چار باتوں کا خیال ضروری ہے۔ بغرا خاں اور خان شہید باپ کی باتیں غور سے سن رہے تھے۔ امراء اور وزراء بھی بیٹھے تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ...... وہ چار باتیں کیا ہیں؟ بلبن نے کہا کہ...... شان و شوکت اور جہانبانی کی فکر کرنے والے حکمران کو اللہ سے ڈرنا اور اللہ کے بندوں کی بھلائی کا سب سے پہلے خیال رکھنا چاہیئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حکمران کو ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے کہ اس کے ملک میں بدکاری نہ پھیلے۔ بے ایمان، بددیانت، منافق لوگوں اور بے غیرتوں کو ہمیشہ ذلیل و رسوا کرنا چاہیئے۔ اگر سرکار دربار میں بدکاروں اور حرام خوروں کو جگہ مل جائے تو حکومت کے اہل کار اور فوج و سپاہ ہی نہیں، پورا معاشرہ بگڑ جائیگا۔ تیسرا کام جو حکمران کے لئے ضروری ہے، وہ یہ کہ اس کے صوبہ دار اور وزیر و مشیر تعلیم یافتہ، مہذب اور خدا ترس لوگ ہوں۔ اگر یہ شراب اور شہوت کے مارے ہوں گے تو ملک ٹوٹ جائے گا۔ اصول اور ضابطے ہمیشہ باقی رہتی ہیں۔ چاہے زمانہ پہلے کا ہو، موجودہ دور ہو یا آنے والا عہد ہو۔ فطرت کے اصول بدلتے نہیں۔ اب چاہے وہ محمد شاہ رنگیلا ہو۔ واجد علی پیا ہوں یا آج کے دور کے فاسق و فاجر حکمران جو بھی دنیا کے سامنے دستاویز شرافت کو پھاڑ کر اس کی دھجیاں بکھیر دے گا اس کا ملک ٹوٹ جائے گا۔ مملکتوں کو سب سے زیادہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نقصان دہرے معیار سے پہنچتا ہے۔ جب کوئی حکمران یہ کہدے کہ وہ اچھے، مہذب اور بااصول لوگوں کو حکومت کے کاروبار سونپنا چاہتا ہے، تو پھر اسے یہی کرنا چاہیئے۔ اگر وہ اپنے صوبہ داروں اور حاشیہ برداروں کے کہنے میں آکر انہی گرگوں کو ملک پر پھر مسلّط کردیتا ہے، جو اس سے پہلے کے حکمرانوں کے زمانے میں بھی حکومت پر فائز رہے، اور عوام انہیں ناپسند کرتے رہے تو اللہ کا قانون اسے معاف نہیں کریگا۔ بلبن نے اپنی اولاد سے کہا کہ آخری اور چوتھی بات یہ ہے کہ...... حکمران کو چاہیئے کہ وہ عدل سے کام لے! ماتحتوں کی کارگزاری کا سختی اور انصاف سے جائزہ لیتا رہے تاکہ ملک سے ظلم و ستم کا نام و نشان مٹ جائے۔

تاریخ اصل میں دوسروں کے تجربات کی کہانی ہے۔ فراست اور بصیرت یہ ہے کہ آدمی دوسروں کے مشاہدات سے فائدہ اٹھائے۔

دونوں نرے جاہل تھے۔ الف کا نام بھالا نہ آتا تھا۔ لیکن دونوں بڑے اونچے اڑنے والے تھے۔ سکندر کی طرح دنیا فتح کی جائے۔ پیمبروں کی طرح کوئی نیا مذہب شروع کیا جائے..... یہ دونوں بڑے زمانے تک اسی اُدھیڑ بن میں لگے رہے۔ دونوں کے درمیان کوئی چھ سو برس کا فرق ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک ہی کینڈے کے بنے ہوئے تھے۔ ایک کے پاس چار امیر ایسے تھے کہ وہ ان کو پہلے چار خلفائے راشدین کے مقابل لانا چاہتا تھا۔ دوسرے کے پاس نورتن تھے۔ وہ سوچتا تھا کہ انہیں ساتھ لے کر تو وہ آسمان میں تھگلی بھی لگا سکتا ہے۔ منافقین کے ورغلانے پر اس نے دین الٰہی جاری کیا اور لقمۂ دوزخ بن گیا۔

ایک نے شہزادگی کے زمانے میں دکن کو فتح کیا تھا۔ دلّی سے ہزاروں میل دور کا یہ علاقہ کسی مسلم حکمران نے اس وقت دیکھا بھی نہ تھا۔ یہ ایسا منچلا جوان تھا کہ تھوڑی سی فوج لے کر نکل کھڑا ہوا اور جان پر کھیل کر میدان جنگ میں کود پڑا تو دیوگڑھی کی سلطنت پر قابض ہو گیا۔ بندی میں لونڈی غلام ہی نہیں رجواڑے، راجکمار، ہاتھی گھوڑے، زرو جواہر، سونا چاندی ساری چیزیں اتنی بڑی مقدار میں ہاتھ آئیں کہ اتنی دولت تو اس وقت دلّی کے بادشاہوں نے دیکھی بھی نہ تھی۔ پھر اللہ کا کرنا کیا ہوا کہ بلّی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔ دلّی کا تخت بھی اس کے قبضے میں آگیا اور وہ سلطان علاء الدین خلجی بن کر ہندوستان کا حکمران بن گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بڑا زبردست حکمران تھا۔ بازار کو جس طرح اس نے کنٹرول کیا یہ آج بھی تاریخ میں یاد رہے گا۔ مجال نہ تھی کہ پوری سلطنت میں غلہ کہیں مہنگا بک جائے۔ گوشت، ترکاری سب کے دام مقرر تھے۔ کسی قصاب کھنجڑے، بھٹیارے، پنساری نے ذرا اونچ نیچ کی تو اس کی ایسی گردن ناپی جاتی تھی کہ زندگی بھر کو سبق ہوجاتا تھا۔ اس کے اقبال کا ستارا ایسا چڑھا ہوا تھا کہ جدھر اس کی فوج نکل جاتی، فتح کا پھریرا اڑاتی لوٹتی۔ ہر مہم میں ایسا اپنی بساط سے بڑھ کر قدم مارتا تھا کہ دنیا منہ دیکھتی رہ جاتی تھی۔ خزانہ لبالب بھرا ہوا تھا۔ دل میں امنگ دماغ میں ترنگ ایسی تھی کہ ایک دن درباریوں کو جمع کر کے بولا...... کل سے مجھے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سکندر ثانی پکارنا۔ خطبے میں بھی میرا یہی لقب ہوگا۔ سپہ سالار کو طلب کر کے بولا..... فوراً کوچ کی تیاری کرو! میں دنیا کو فتح کرنا چاہتا ہوں۔ میں ایک نیا مذہب بھی جاری کرونگا۔ جہاں جاؤنگا وہاں اسے پھیلاؤنگا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ علاء الدین بڑا بادشاہ تھا لیکن یہ اس کی خام خیالی تھی کہ وہ فاتح کے ساتھ ساتھ پیمبر بھی بننا چاہتا تھا۔ نادان کو یہی معلوم نہ تھا کہ پیمبری کوئی منصب نہیں جسے کوئی طالع آزما حاصل کرسکتا ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا ایک طے شدہ پروگرام ہے کہ اس نے ازل ہی میں اپنے چند نیک نفس بندوں کو اس کام کے لئے مامور فرمادیا ہے۔ مطلق العنان بادشاہوں اور ڈکٹیٹروں کے ساتھ ایک مشکل یہ ہوتی ہے کہ وہ کان کے کچے ہوتے ہیں۔ جو دُھن ان پر سوار ہوجاتی ہے اس کے خلاف وہ عقل کی کوئی بات سننے بھی تیار نہیں ہوتے۔ دوسرے ان کے حاشیہ بردار ایسے عیار اور مکار ہوتے ہیں کہ اپنے محسن کو دلدل میں پھنستا دیکھ کر اسے مزید الجھاتے ہیں۔ یہ ان کی فطرت ہے۔ عہد حاضر میں نوکرشاہی یہی کردار ادا کرتی ہے۔ یہ کھیل ازل سے ابد تک یونہی ہوتا رہے گا۔ جو حکمراں عقلمند ہوتا ہے وہ جی حضوریوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ علاء الدین کا منصوبہ سن کر اس کے سبھی امراء نے اس کی پیٹھ ٹھونکی لیکن ایک اللہ کا بندہ ان میں ایسا نکلا جو جان کی پروا کئے بغیر سچ بول گیا۔ یہ علاء الملک کوتوال تھا۔ محمد قاسم فرشتہ لکھتا ہے کہ...... ایک روز جب علاء الدین محفل شراب میں اپنے منصوبے پر بات کررہا تھا تو کوتوال نے کہا کہ..... آپ میرا مشورہ چاہتے ہیں تو یہ محفل برخاست کیجئے۔ تخلئے کا حکم دیجئے۔ اپنے ناقص خیال میں جو بہتر بات ہے میں وہ ایمانداری سے آپ کو بتاتا ہوں۔ علاء الدین خلجی نے سوائے چار امراء کو سب کو خلوت سے نکال دیا اور بولا..... اب بتاؤ کیا چاہتے ہو؟ یہ چاروں تو میرے خلیفہ ہیں یہ یہیں رہیں گے!

علاء الملک نے کہا..... آپ پر وحی آتی ہے؟ بادشاہ نے کہا..... نہیں! کوتوال نے کہا..... پھر آپ مذہب کی کیا بات کرتے ہیں؟ یہ کوئی کھیل ہے۔ نبوت تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی۔ آپ نئے مذہب کا نام بھی لیں گے تو سارے مسلمان آپ کے خلاف ہوجائیں گے اور آپ کہیں کے نہ رہیں گے۔ آپ کو معلوم ہے کہ چنگیز و ہلاکو بھی اسلام کو نہ مٹا سکے۔ توبہ کرکے خود مسلمان ہوگئے۔ رہ گیا دنیا فتح کرنے کا خیال تو یہ بات آپ نے ایک اولوالعزم بادشاہ کی طرح کی ہے، لیکن یہ بتائیے کہ سکندر کی طرح آپ کے پاس کوئی ارسطو ہے؟ سکندر بتیس (۳۲) سال مقدونیہ سے باہر رہ کر لوٹا تو سلطنت کا ہر فرد اس کا وفادار تھا۔ آپ کے یہاں سے نکلنے کی دیر ہے۔ آپ کا ہر افسر باغی ہوجائے گا۔ بہتر ہے کہ آپ سلطنت کی شمالی اور جنوبی سرحدوں پر اپنی توجہ مرکوز کیجئے۔ اس میں آپ کا خزانہ بھی خالی ہوجائیگا اور معرکہ آرائی کی تمنا بھی پوری ہوجائیگی! ..... یہ سن کر علاء الدین خلجی کے چاروں امراء جو بڑھ چڑھ کر اس منصوبے پر بات کررہے تھے۔ اپنی ہیکڑی بھول کے بادشاہ کا منہ تکنے لگے..... اس انتظار میں کہ کب وہ کوتوال کو قتل کا حکم صادر کرتا ہے! بادشاہ کا چہرہ تمتما گیا تھا مگر نشہ ہرن ہوگیا تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رات کی محفل ختم کر کے علاء الدین خلوت میں پہنچا تو بڑی دیر تک سوچ میں ڈوبا رہا۔ کو توال کی باتیں اس کے دل کو ٹھکتی تھیں۔ اب اسے سمجھ میں آیا کہ دوسرے امرا تو ہوا کے رخ پر چل رہے تھے۔ صبح ہوئی تو علاء الدین خلجی نے علاء الملک کو توال کو بیش قیمت انعامات سے سرفراز کیا۔ دیگر امراء نے بھی اسے تحائف بھیجے لیکن اس کا اصلی انعام یہ تھا کہ اس عہد کے سب سے بڑے بزرگ حضرت نظام الدین اولیاء نے اس کی عاقبت بخیر ہونے کی دعا کی۔

جامع ترمذی میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ...... سلطانِ جائر کے آگے حق کہنا سب سے بڑا جہاد ہے!

لکھ لٹ کیسے ہوتے ہیں؟ .... کم کسی نے دیکھے ہوں گے۔ ایک زمانہ تھا کہ کوئی یہ بات کہتا تو لوگ باگ پوچھتے کہ ...... تم نے خان مفلس کو نہیں دیکھا! لاہور ہی نہیں پنجاب کے علاقے میں دور دور تک یہ فقرہ مشہور تھا کہ .... خان مفلس غلام باساماں .... مطلب یہ کہ صاحب کے پاس کچھ بھی نہیں۔ نوکروں کے پاس بہت کچھ ہے۔ یہ ایک قصیدے کا مصرعہ ہے۔ یہ قصیدہ حسین خان ٹکریہ کی شان میں لکھا گیا تھا۔ حسین خاں ہمایوں اور اکبر کے زمانے میں مغلیہ خاندان کا ملازم اور سلطنت کا بہت بڑا آدمی سمجھا جاتا تھا۔ ماثر الامرا میں ہے ایک زمانے میں وہ لاہور کا گورنر تھا اور بڑے ٹھاٹ باٹ کا گورنر! ویسے وہ بڑا بھاری بھر کم اور دیدار و آدمی تھی۔ ہمت کا ایسا دھنی کہ میدانِ جنگ میں اُترتا تو جان بیچ کر لڑتا ...... جب لڑائی کے ہتھیار سجاتا تو دعا کرتا تھا کہ الٰہی! ...... شہادت دے یا فتح! کسی نے ایک بار لڑائی سے پہلے یہ جملہ سنا تو کہا .... پہلے فتح کیوں نہیں مانگتے؟ جواب دیا کہ ...... جو دوست گزر گئے ان سے ملنے کی تڑپ ایسی ہے کہ جو دوست باقی رہ گئے ہیں، ان کی محبت اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں!

وہ میدانِ جنگ کا کھلاڑی ہی نہیں تھا بلکہ علم کا بھی جویا تھا اور اخلاق کا تو اتنا پیارا تھا کہ کم ایسے شریف اور اللہ سے ڈرنے والے آدمی نظر آتے ہوں گے۔ لاہور میں اس کا حال یہ تھا کہ کھانے کے وقت اس کا دروازہ کھلا رہتا۔ امیر غریب مسلم، غیر مسلم کی کوئی قید نہیں تھی۔ جو چاہتا آتا اور کھا کر چلا جاتا۔ کھانے میں بہتر سے بہتر چیزیں رکھی جاتیں۔ خان خود موجود ہوتا۔ لیکن دستر خوان پر نہیں بیٹھتا تھا، اس کے ہاتھ میں لوٹا ہوتا۔ جو کھانے آتا اس کے ہاتھ دھلاتا، پھر اُسے دستر خوان پر بٹھا کر دستر خوان کے اطراف چکر لگاتا رہتا۔ کبھی قاب بڑھاتا، کبھی پانی پلاتا۔ ہر ایک سے کہتا کہ .... اللہ کا شکر ہے کہ آپ اپنا رزق میرے دستر خوان پر بیٹھ کر کھا رہے ہیں .... مہمان رخصت ہو جاتے تب جا کر خان خود کھانے بیٹھتا تھا۔

ملا بدایونی لکھتے ہیں اس کے لئے دستر خوان پر جو کی روٹی رکھی جاتی ہے۔ کبھی چٹنی سے، کبھی پانی سے وہ روٹی کھا لیتا۔ کسی نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کہ آخر اس میں راز کیا ہے تو ایک دن بولا کہ .... اچھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اچھی نعمتیں کس طرح کھاؤں، مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یاد آتے ہیں۔ وہ کیا کچھ نہیں تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے میں اکثر سوکھے ٹکڑے ہوتے! پلنگ اور نرم بچھونے پر کبھی نہ سوتا۔ لوگ پوچھتے تو کہتا...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہاں نرم بچھونے پر سوتے تھے؟

نماز کبھی قضا نہ کی اور وہ بھی نماز باجماعت! لاکھوں کی جاگیر تھی اللہ نے گھنوں روپیہ دیا تھا لیکن اصطبل میں خاصے کا ایک ہی گھوڑا تھا۔ کبھی کوئی مستحق آجاتا تو وہ بھی لے جاتا۔ سفر میں اکثر دیکھنے میں آتا کہ نوکر تو سوار ہیں خود پیدل چلا جارہا ہے۔ لوگ باگ پوچھتے تو معلوم ہوتا کہ...... اپنی سواری کا گھوڑا کسی کو بخش دیا اس لئے پیدل جارہا ہے۔ جب بھی کسی کو کچھ دیتا شرماتا رہتا۔ اکڑتا نہیں تھا۔ صاف کہتا کہ...... اللہ کا دیا ہے اور تمہاری قسمت کا ہے۔ میں تو صرف اس کا امین تھا۔

بات کا سچا، قول کا پکا تھا۔ قسم کھائی تھی کہ روپیہ جمع نہ کروں گا۔ کہتا تھا کہ جو روپیہ میرے پاس آتا ہے جب تک اسے مستحقین میں تقسیم نہیں کردیتا پہلو میں تیر سا کھٹکتا رہتا ہے۔ ابھی جاگیر سے رقم آنے بھی نہ پاتی تھی کہ مستحقین کو رقموں کی چٹھیاں بانٹ دیتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک بزرگ نے سمجھانے کی کوشش کی۔ اس سے فرمایا کہ...... خان! کچھ روپیہ بچایا بھی کرو! بولا..... کس کے لئے؟ انہوں نے کہا..... بیوی بچوں کے لئے اور کس کے لئے! وہ بولا...... حضرت! یہ بتائیے کہ اللہ کے رسول کا کیا طریقہ تھا؟ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غنیمت اور ہدیوں میں بڑی بڑی رقمیں آتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب اللہ کی راہ میں بانٹ دیتے تھے یا بچا کے رکھتے تھے؟ نصیحت کرنے والا منہ دیکھتا رہ گیا۔ حسین خاں ٹکریہ اسی اسوۂ حسنہ پر عمل کرتا تھا اور بڑے اخلاص سے یہ عمل کرتا تھا۔ کسی دکھاوے یا شان و شوکت کے لئے نہیں۔

نصیحت کرنے والے بزرگ سے اس نے کہا...... حضرت امید تو یہ تھی کہ آپ دنیا کی حرص و ہوس سے بچنے کی تعلیم دیں گے۔ آپ تو الٹا ہمیں دنیا میں پھنسا رہے ہیں۔ سوداگر پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ ایرانی ترکی گھوڑے لاتے اور کہتے، آپ کے اور اللہ کے سپرد! وہ بہتر سے بہتر داموں میں انہیں خریدتا اور جو موجود ہوتے ان میں بانٹ دیتا۔ جنہیں نہ دے سکتا ان سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگتا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ جتنا وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتا اتنا ہی اسے اللہ دیتا بھی تھا۔ کبھی کسی نے اس کا ہاتھ رکا ہوا نہیں دیکھا۔

قلمی معاونین سے درخواست

نقیب ختم نبوت کے قلمی معاونین سے درخواست ہے کہ وہ اپنی نگارشات پانچ فل سکیپ صفحات میں ارسال فرمائیں۔ رسالہ میں طویل مضامین کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اس سے ہمارے لیے مشکلات پیدا ہوتی ہیں اور دیگر مضامین کی اشاعت متاثر ہوتی ہے...... شکریہ (مدیر)

© rasailojaraid.com